بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

002: قطف الجنى الدانى شرحِ مقدِّمة رسالة ابن أبى زيد القيروانى

"قطف الجنى الداني شرح مقدِّمة رسالة ابن أبي زيد القيرواني"؛شرح فضیلتا لشیخ العلامہ عبد المحسن العباد البدر حفظہ اللہ کے اس پیارے مختصر رسالے کا درس جاری ہے۔

اور ہم پہنچے تھے اس مقدمے کے تعلق سے جو میں نے بات کی تھی کہ شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ نے مقدمے میں چند اہم باتیں کی ہیں اور شرح میں میں نے اس مقدمے کو بھی شامل کیا ہے کیونکہ اس میں بہت سارے فوائد ہیں اور ان فوائد میں سے جو شیخ صاحب نے خصوصی فوائد درس سے پہلے بیان کیے ہیں دَس فوائد جو ہیں ان ہی فوائد سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ صاحب لکھتے ہیں:

"فوائد بين يدي الشرح": یہ چند فوائد ہیں شرح سے پہلے:

1-"الفائدة الأولى" (پہلا فائدہ)"منهج أهل السنة والجماعة في العقيدة" (اہل سنت والجماعت کا منہج عقیدے میں)۔

کیا منہج ہے؟

"اتِّباعُ الكتاب والسُّنةَّ على فهم السلف الصالح"(کتاب اور سنت کی اتباع سلف صالحین کے فہم کے مطابق (اُن کی سمجھ کے مطابق))۔

یہ بنیادی اصول ہے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا کہ عقیدہ قائم ہے دلیل کی روشنی پر اور دلیل ہے:

"قال الله وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم": قرآن اور سنت ہے اور سمجھ ہے سب سے بہترین لوگ جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد آئے ہیں "الصحابة" کیونکہ:

(۱) قرآن مجید اُن کے زمانے میں نازل ہوا قرآن مجید میں اُن کا ذکر خیر موجود ہے۔

(۲) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ بنیادی حصہ ہیں۔

(۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں اُن کے صحابہ ہیں سیرت کا بھی بنیادی حصہ ہیں۔

(۴) اور انہوں نے براہِ راست علم حاصل کیا ہے قرآن اور سنت کا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام سے۔

(۵) جو انہوں نے سمجھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی حق ہے، جو انہوں نے فرمایا ہے وہی حق ہے اور جو بھی اس کے خلاف ہو جو انہوں نے سمجھا ہے عقیدے کے اصول کے تعلق سے خصوصی طور پر تو وہ باطل ہے۔

وجہ کیا ہے، اس قاعدے کی دلیل کیا ہے، اس کی اہمیت کیا ہے آیئے دیکھتے ہیں۔

پہلی بات ہے کہ یہ قاعدہ اچھی طرح یاد کر لیں کہ ہمارا صرف عقیدہ نہیں مکمل دین پورا دین جو ہے کس چیز پر قائم ہے؟

کتاب اور سنت پر، اور عقیدے کے تعلق سے خصوصی طور پر "بفهم السلف الصالح"۔

تو فروع میں کیوں نہیں؟ فروع میں بھی یہی قاعدہ ہے لیکن فروع میں یعنی فروع سے مراد:

(۱) عبادات میں اور معاملات میں اگر کہیں پر اختلاف ہو جاتا ہے کسی مسئلے میں تو اُس کی گنجائش ہے۔

(۲) عقیدے کے مسائل میں کیونکہ صحابہ اور سلف کا کوئی اختلاف نہیں تھا ان مسائل میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

(۳) اور فروع میں اگر اندھی تقلید کا کوئی بھی پہلو موجود ہے تو وہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہ دلیل سے جا کر ٹکراتا ہے کیونکہ وہ ایک امام کو ایک نبی کا درجہ دے دیتے ہیں کہ جو امام کہتا وہ حق ہے اور جو نہیں کہتا وہ باطل ہے؛ غلط ہے!

قاعدہ یہ ہے کہ ہر کسی کے قول کو لیا بھی جاتا ہے ردّ بھی کیا جاتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے معصوم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔

صحابہ معصوم نہیں ہیں صحابہ کا اجماع معصوم ہے اور عقیدے کے اصول میں عقیدے کے مسائل میں صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

تو آیئے دیکھتے ہیں یہ جو سب سے اہم قاعدہ ہے کہ ہمارے عقیدے کی اساس بنیاد ہمارا منہج جو ہے اہل سنت والجماعت کا منہج جو ہے عقیدے کے تعلق سے اس جملے پر قائم ہے: "اتِّباعُ الكتاب والسُّنةَّ على فهم السلف الصالح": کتاب اور سنت کی اتباع کرنی ہے کیسے کرنی ہے؟ صحابہ اور سلف صالحین کی سمجھ اُن کی فہم کے مطابق۔

شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ مبنی ہے دلیل پر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ کے مطابق (یعنی جس چیز پر صحابہ قائم تھے کتاب اور سنت کی فہم کے تعلق سے ہمارا عقیدہ اُسی پر مبنی ہے اُسی پر قائم ہے))۔

چند دلائل ملاحظہ فرمائیں شیخ صاحب فرماتے ہیں: "قال الله عزّ وجلّ": ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳﴾ (الاعراف:3)

﴿اِتَّبِعُوْا﴾: تم سب اتباع کرو۔ فعل اُمر ہے صیغۃ الجمع ہے سب کے لیے ہے، صحابہ کے لیے بھی ہے، اُن کے بعد میں آنے والے تابعین کے لیے بھی ہے اتباع التابعین کے لیے بھی ہے اور تا قیامت ہر مسلمان کے لیے ہے۔

﴿مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ﴾: کس چیز کی اتباع کرنی ہے؟ جو کچھ تمہارے لیے نازل کیا گیا ہے۔

کس کی طرف سے؟ ﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾: تمہارے ربّ کی طرف سے۔

کیا نازل ہوا ہے؟ الوحی۔

وحی کیا ہے؟ "قال الله وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم"؛ قرآن مجید ہے اور صحیح حدیث ہے۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا﴾: اور نہ اتباع کرو۔

نہی ہے یہ بھی صیغۃ الجمع میں ہے صحابہ کے لیے بھی ہے، تابعین کے لیے بھی ہے اتباع التابعین کے لیے بھی ہے اور ہر مسلمان کے لیے ہے تا قیامت۔ کس چیز کی اتباع نہیں کرنی؟ کس چیز کی نہی ہے اتباع کرنے سے؟

﴿مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ﴾: جو اللہ تعالیٰ تمہارے ربّ کی طرف سے نازل ہوا ہے اُس کے سوا کسی چیز کی اتباع نہ کرو اور انہیں اولیاء نہ بناؤ۔

﴿قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝﴾: بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

اب اتباع کس چیز کی کرنی ہے کس چیز کی نہیں کرنی ہے واضح ہو چکا ہے۔

"وقال": اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ﴾(الانعام:153)

(اور بے شک یہ میرا صراط ہے میرا راستہ ہے ﴿مُسۡتَقِيۡمًا﴾ سیدھا ﴿فَاتَّبِعُوۡهُ﴾ بس اس کی اتباع کرو)

یہ راستہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے یہ صراط المستقیم ہے سیدھا راستہ ہے اور مستقیم میں دو چیزیں ہیں:

(۱) ایک تو سیدھا ہے ٹیڑھا نہیں ہے اور سیدھا ہمیشہ منزل مقصود تک بڑی آسانی سے پہنچا دیتا ہے یعنی آسان بھی ہے۔

(۲) پھر سیدھا راستہ ہمیشہ شارٹ کٹ (Shortcut) ہوتا ہے جو آپ کو بڑی تیزی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

(جو ٹیڑھے راستے ہیں اُن میں وقت زیادہ لگتا ہے)۔ تو یہ راستہ جو ہے اللہ تعدالیٰ کا راستہ ہے ربّ کریم کا راستہ ہے مستقیم ہے سیدھا ہے، جب یہ خوبیاں اس راستے میں موجود ہیں فرمایا: ﴿فَاتَّبِعُوۡهُ﴾: بس اس کی اتباع کرو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا﴾: پھر منع کیا گیا ہے: "اور نہ اتباع کرو"۔ کس چیز کی اتباع نہیں کرنی؟ ﴿السُّبُلَ﴾: سبل جمع سبیل ہے، سبیل ایک راستہ ہے اور سبل بہت سارے راستے ہیں: "اور نہ اتباع کرو مختلف راستوں کی، یعنی جو اس کے علاوہ ہیں"۔

وجہ کیا ہے؟ ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ﴾: جو تمہیں اُس کے راستے سے دور کر دیں جدا کر دیں۔

صراط مستقیم ایک ہے باقی جتنے بھی راستے ہیں مختلف راستے ہیں اگر مختلف راستوں کی اتباع کرو گے تو صراط مستقیم تم سے چھوٹ جائے گا، اگر صراط مستقیم کو پانا ہے تو اتباع کرو اسی راستے کی صراط مستقیم کی اور باقی سارے راستے چھوڑ دو ورنہ کوئی اور راستہ کوئی بھی راستہ ہو صراط مستقیم کے سوا تمہیں اس عظیم راستے سے الگ کر دے گا دور کر دے گا: ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ﴾۔

﴿ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ﴾: یہی تمہیں وصیت کی ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝﴾: تاکہ تم متقی پرہیزگار بن جاؤ۔ (الانعام:153).

اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے وصیت میں حکم ہوتا ہے، یعنی تم پر فرض کر دیا گیا ہے یہی ربّ کی طرف سے حکم ہے جو فرض ہے ہر مسلمان کے لیے کہ:

(۱) اتباع کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے راستے کی جو سیدھا راستہ ہے مستقیم ہے آسان راستہ ہے، دین کو سمجھنے میں آسان ہے الفاظ بالکل آسان ہیں۔

(۲) اور انجام بڑے کمال کا ہے کیونکہ راستہ ربّ کریم کا ہے سبحانہ وتعالیٰ۔

(۳) اور باقی جتنے راستے ہیں منع کیا گیا ہے کیونکہ مختلف راستے ہیں۔

قرآن اور سنت کا ایک راستہ ہے جو صراط مستقیم ہے نا یہ قرآن اور سنت کا راستہ ہے صحابہ کی سمجھ کے مطابق باقی جتنے بھی راستے ہیں اس میں قرآن اور سنت کا دعویٰ تو ہے لیکن قرآن اور سنت کو سمجھنے کے طریقے مختلف ہیں جس کی وجہ سے راستے سے جدا ہو گئے:

(۱) کسی نے عقل کو آگے کر دیا اور عقل پر تول پر شریعت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے قرآن اور سنت پر اُس نے اپنے فیصلے لگائے ہیں عقل کو راجح کر کے۔

(۲) کسی نے کشف، وجد، ذوق، منطق، خواب کو ترجیح دی ہے؛ امام صاحب کو خواب میں آیا ہے بزرگ کو خواب میں آیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تشریف لائے ہیں فلاں ذکر دے دیا ہے اب یہ ذکر مسنون ہو چکا ہے جو اصل ذکر ہے اسے چھوڑ دیا ہے۔

(۳) یا کسی نے کہا کہ فلاں بزرگ ہے مراقبے میں بیٹھتا ہے کچھ دیر کے بعد اس کو کچھ الہام ہوتا ہے اس الہام کے بعد پھر وہ کچھ فیصلہ کرتا ہے فتویٰ دیتا ہے؛ اور لوگ اس کی بات کو مان لیتے ہیں۔ کوئی منطق پر تولتا ہے، کوئی عقل کو آگے کرتا ہے کہ عقل یہ چیز نہیں مانتی عقل وہ چیز نہیں مانتی، یہ سب وہ راستے ہیں جو آپ کو صراط مستقیم سے جدا کر دیں گے کیونکہ آپ کی میری اور فلاں کی عقل برابر نہیں ہے جب عقل پر تولیں گے تو اختلاف لازمی ہوگا۔ آپ خواب پر تولیں گے تو اختلاف لازمی ہوگا، آپ کسی ایک امام کی اتباع کریں گے باقی اماموں کو چھوڑ کر اس کی تقلید کریں گے تو اختلاف لازمی ہوگا لیکن اگر آپ اجماع کو لازم پکڑیں گے جو صحابہ کا اجماع ہے سلف کا اجماع ہے تو آپ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور کبھی صراط مستقیم سے آپ جدا نہیں ہوں گے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وقال": اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ ﴾ (البقرة:38)

پس جس نے میری ہدایت کی اتباع کی ہے ہدایت کیا ہے؟ صراط مستقیم ہے؛

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا﴾ (الانعام:153)، ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ (الفاتحة:5)، یہ سب ایک ہی چیز ہے۔

﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾: پس جس نے میری ہدایت کی اتباع کی ہے۔

﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾: ان پر کوئی ڈر نہیں ہے۔ ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ ﴾: نہ وہ کبھی غم زدہ ہوں گے۔

خوف ہوتا ہے آنے والی چیز کا اور غم ہوتا ہے جو چیز گزر جاتی ہے تو دونوں سے برأت ہے کہ نہ تو ان کو مستقبل کا کوئی خوف ہوگا کہ کیا ہوگا ان کے ساتھ کوئی ڈر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے انجام کمال کا ہے، اور کبھی غم زدہ نہیں ہوں گے کہ پیچھے جو چھوڑ کر آئے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ نہ ماضی کا خطرہ ہے نہ مستقبل کا ڈر ہے کچھ بھی نہیں ہے وجہ کیا ہے؟ سلامتی کیوں ہے؟ یہ سکیورٹی (Security) کہاں سے آئی ہے؟

﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾: اور مَن عموم کے لیے ہے کہ کوئی بھی ہو جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی رسی کو تھام لیا ہے وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ہدایت یافتہ ہے وہ ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب ہوتا ہے اس کو نہ کبھی کوئی ڈر ہوتا ہے نہ کبھی کوئی غم ہوتا ہے۔ میتھمیٹیکل کوسچین (Mathematical question) ہے نا وہی بالکل آسان ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وقال": یعنی قال تعالیٰ:

﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ ﴾ (طه:123)

(پس جس نے میری ہدایت کی اتباع کی ہے وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور نہ وہ کبھی بدبخت یا رسوا ہوگا)

﴿فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝﴾ (البقرة:38) ،﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (طه:123)دیکھیں انجام کتنا خوبصورت انجام ہے وجہ کیا ہے؟دنیا میں ہدایت کے راستے کو تھامے رکھا۔

اس لیے ہم ہر نماز میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کیوں کہتے ہیں؟ یہی ایک کامیابی کا راستہ ہے اور جو کامیاب ہوتے ہیں وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتے ان کو کبھی کوئی ڈر نہیں ہوتا کبھی غم نہیں ہوتا وہ کبھی رسوا نہیں ہوتے (سبحان اللہ)۔

یعنی جو اس راستے کو چھوڑے گا جو اس کی ضد میں ہے وہ مفہوم سمجھ لیں آپ (سبحان اللہ)۔

"وقال": اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب:36)

اس میں مزید وضاحت ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾: اور یہ درست نہیں تھا کسی مومن مرد کے لیے۔ ﴿وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾: اور نہ ہی کسی مومنہ عورت کے لیے۔ کیا؟

﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا﴾: جب اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کوئی فیصلہ کر دیں کسی اُمر میں۔

فیصلہ ہو گیا ہے اس صورت میں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے؟﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ﴾: کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے فیصلے کے بعد اُن کا اپنا کوئی بھی اختیار نہیں ہے۔

اور جو نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کی پھر کیا ہو گا؟ انجام کیا ہے؟

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾: اور جو معصیت کرتا ہے نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی: ﴿فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾: یقیناً اُس نے بہت ہی کھلی گمراہی کی ہے۔

ضلال مبین دیکھا ہے نا صرف ضلال نہیں ہے ضلال مبین ہے کھلی گمراہی ہے یعنی کسی سے مخفی نہیں ہے اور اُس پر بھی مخفی نہیں ہے جس نے معصیت کی ہے (سبحان اللہ)۔

"وقال" (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)، مزید وضاحت:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر:7)

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ﴾: اور جو کچھ تمہیں رسول علیہ الصلاۃ والسلام دے دیں ﴿فَخُذُوْهُ﴾ اسے لے لو اسے تھام لو۔

﴿وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾: اور چیز سے تمہیں منع کریں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ﴿فَانْتَهُوْا﴾ پس اس سے رک جاؤ۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ﴾: اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تقویٰ کا راستہ اختیار کرو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾: بے شک اللہ تعالیٰ شدید سزا دینے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے۔

کس کو سخت سزا ملے گی؟ جو حکم کی تعمیل نہیں کرے گا، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں گے اسے لے گا نہیں، اور جس چیز سے منع فرمایا ہے اس سے رکے گا نہیں اس کو سخت سزا کی وعید ہے۔ اور جو عمل کرے گا وہ متقی پرہیز گار ہے اور تقویٰ آپ کے لیے یہ راستہ آسان کر دے گا۔

متقی کی پہچان کیا ہے اگر آپ سے کوئی پوچھتا ہے؟ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے ہیں وہ لے لیتا ہے اور جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ رک جاتا ہے۔

اور جیسے جیسے تقویٰ میں ترقی ہوتی جائے گا ایمان مضبوط ہوتا جائے گا اسی طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی کچھ دیا ہے چاہے اَمر ہے نہی ہے خبر ہے کچھ بھی ہے تو وہ فوراً اسے تھام لیتا ہے اور جس چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے ہیں فوراً اس سے رک جاتا ہے۔

اگلی دلیل "وقال": اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾ (النور:63)

﴿فَلْيَحْذَرِ﴾: پس خبر دار ہو جائیں۔ کون؟

﴿الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ﴾: جو مخالفت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی۔

اگر مخالفت کریں تو پھر کیا ہو گا؟ ﴿اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾: کہ انہیں کوئی فتنہ نہ پہنچے۔

﴿اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾: یا انہیں عذاب اَلیم نہ پہنچے۔

دردناک عذاب کی وعید ہے فتنے میں مبتلا ہونے کی وعید ہے! اور لفظ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ﴾: اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیں خبر دار ہو جائیں ایسا مت کرنا۔ کیا نہیں کرنا؟ کس چیز سے خبر دار ہونا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے سے۔

امام مالک رحمہ اللہ معروف امام ہیں مدینہ طیبہ کے، ایک شخص نے یہ کہا کہ امام صاحب میں احرام مسجد نبوی سے باندھنا چاہتا ہوں میقات کی طرف جانا یہ سفر وہاں تک کرنا راستے میں جا کر وہاں پر احرام باندھنا تو میں یہاں سے احرام باندھ لیتا ہوں تھوڑے سے فاصلے کی ہی تو بات ہے اس میں کیا فرق ہے؟! امام مالک رحمہ اللہ نے کیا جواب دیا؟ یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾۔

کہتا ہے کہ امام صاحب اس میں فتنے کی کیا بات ہے تھوڑے سے فاصلے کی ہی تو بات ہے نا؟! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے احرام باندھنا ہے حج اور عمرے کا تو کہاں سے باندھنا ہے اہل مدینہ نے؟ میقات سے باندھنا ہے اور میقات سے احرام باندھنا واجبات الحج والعمرہ میں سے ہے، اگر آپ میقات کو کراس کر دیتے ہیں یا تو واپس میقات کی طرف جائیں یا آپ عمرہ اور حج کریں لیکن آپ پر دم واجب ہو جائے گا۔

تو امام صاحب نے یہاں پر یہ فرمایا ہے کہ بات صرف فاصلے کی نہیں ہے بات ہے اتباع سنت کی آپ اسے ہلکا کیوں لے رہے ہیں؟!

اس شخص کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے یہاں سے باندھو یا وہاں سے باندھو، اور امام صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ فرق ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی فرق نہیں ہے!

کیوں فرق کی بات نہیں ہے؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سنت عام بات نہیں ہے آپ وہاں سے احرام باندھیں۔

کیونکہ یہ شخص جو ہے میقات کو کینسل (Cancel) کرنا چاہتا ہے کہ وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے ہم گھر سے احرام باندھ لیتے ہیں مسجد نبوی سے وہاں سے احرام باندھ لیتے ہیں! یعنی نیت ہی کرنی ہے نا تو آپ احرام کے کپڑے گھر میں غسل کر کے پہن لیں مسجد نبوی میں آجائیں یہاں پر آپ "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ حَجًّا وَعُمرَة" کہہ دیں تو مسجد نبوی زیادہ افضل ہے یا میقات زیادہ افضل ہے؟! (سبحان اللہ)۔

اتباع سنت زیادہ افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم زیادہ افضل ہے اسے کہتے ہیں اتباع سنت اس لیے امام مالک رحمہ اللہ نے یہاں پر سختی کا مظاہرہ کیا ہے کہ وہ شخص جو ہے وہ میقات کو کینسل (Cancel) کرنا چاہتا تھا کہ کیا ضرورت ہے میقات کی طرف جانے کی؟! دیکھیں سبحان اللہ آئمہ نے کیسے سختی کی ہے!

اب اس آیت میں اگر کوئی بندہ سوچے کہ کہاں مفہوم بنتا ہے لیکن جب بات آئی ہے: ﴿ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ ﴾ تو مخالفت تو کر رہے ہیں آپ تو کیسے فتنہ نہیں ہوگا اور کیسے عذاب اَلیم نہیں ہوگا؟! اگر آپ عذاب اَلیم سے بچنا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو فتنے سے نکالنا چاہتے ہیں تو راستہ ایک ہی ہے کیا ہے؟ "اتباع أمره صلى الله عليه وآله وسلم"؛

اتباع، ابتداع نہیں کیونکہ اگر آپ کینسل (Cancel) کر دیں میقات کو اور لوگ اپنے گھروں سے احرام باندھنا شروع کر دیں بدعت ہے کہ نہیں؟ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ جیسے آگے بیان ہوگا کہ ہر بدعت گمراہی ہے یعنی آپ حج بھی کرتے ہیں اور گمراہ بھی ہوتے ہیں عمرہ بھی کرتے ہیں گمراہ بھی ہوتے ہیں وجہ کیا ہے؟ آپ کی ابتداء ہی غلط ہے: "اتباع سنت"۔

ہاں! کسی سے خطا ہو گئی ہے اس کا حل ہے کہ آپ واپس جائیں میقات کی طرف یا کسی قریبی میقات کی طرف جائیں نیت کریں اور عمرہ حج کر لیں کیا مسئلہ ہے، لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ نہیں ضرورت ہی نہیں ہے! کیسے ضرورت نہیں ہے بھئی؟! میرے گھر سے میرے لیے آسان ہے مسجد نبوی سے زیادہ آسان ہے زیادہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس میں اُجر زیادہ ہے ثواب زیادہ ہے دو رکعت پڑھوں گا دو رکعت کا اُجر جو ہے ہزار کا اُجر ہے تو میں دو رکعت جو ہے وضو کرنے کے بعد یہاں پر پڑھوں گا مسجد نبوی میں تو زیادہ اُجر مجھے ملے گا وہاں پر مجھے دَس گنا ملے گا ہزار کا تو نہیں ملے گا نا! یہ اتباع سنت ہے؟! نہیں! (سبحان اللہ)۔ تو آئمہ رحمھم اللہ نے دیکھیں کس طریقے سے (سلف نے) اس فتنے کا سد باب کیا ہے۔

الغرض یہ چند آیات تھیں کتاب اور سنت کو لازم پکڑنے کی کیونکہ جو اصل قاعدہ ہے وہ کیا ہے؟

اہل سنت والجماعت کا منہج عقیدے میں: "اتِّباعُ الكتاب والسُّنةَّ على فهم السلف الصالح":

کتاب اور سنت کی اتباع کرنی ہے سلف کے فہم کے مطابق؛ ابھی ہم دلائل بیان کر رہے ہیں کتاب اور سنت کے اور فہم سلف الصالح آگے بات آئے گی اس کی اہمیت بھی آگے آئے گی ان شاء اللہ۔ (تو آیات میں سے آپ کم سے کم تین یاد کر لیں واجب لے لیں آپ کہ کم سے کم ان آیات میں سے آپ نے تین آیات کو یاد کرنا ہے جو بھی آپ لیں آپ کی مرضی ہے تین آیات کم سے کم آپ نے حفظ کرنی ہیں ان آیات میں سے یہ وہ آیات ہیں جن میں واضح دلیل ہے کہ قرآن اور سنت کی اتباع واجب ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، یعنی چند احادیث دلیل کے طور پر شیخ صاحب یہاں پر بیان کرتے ہیں:

1-"وقال صلى الله عليه وآله وسلم في حديث العرباض بن سارية": آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرباض ساریہ کی حدیث فرماتے ہیں: "فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا"(یقیناً پس تم میں سے جو میرے بعد یعنی زندہ رہے گا تو وہ بہت سارا اختلاف دیکھے گا(عنقریب بہت سارا اختلاف دیکھے گا))۔

اختلاف مرض ہے بیماری ہے اس کا علاج کیا ہے؟

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"۔

علاج کیا ہے؟"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي"(پس میری سنت کو لازم پکڑنا)"وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِينَ الرَّاشِدِينَ"(اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں اُن کی سنت کو لازم پکڑنا)"تَمَسَّكُوا بِهَا"(مضبوطی سے تھام لو)"وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"(اور اپنے دانتوں سے چبا کر پکڑ لو)۔ دیکھیں:"عَلَيْكُمْ": فعل اُمر ہے کہ تم پر واجب ہے۔ پھر:"تَمَسَّكُوا": پھر فعل اُمر ہے پکڑنے کا۔

مزید تاکید:"وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ": مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ مضبوطی نہیں ہوگی تو چھوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے اور جب سنت چھوٹ گئ تو پھر آگے گمراہی ہی گمراہی ہے کیونکہ اختلاف کثیر ہوگا۔

بہت سارے لوگ ہوں گے بہت سارے بولنے والے ہوں گے بہت سارے امام نکلیں گے لوگ نکلیں گے مفتی نکلیں گے مختلف فتاویٰ ہوں گے مختلف باتیں ہوں گی اور انسان حیران پریشان رہ جاتا ہے کہ کس کی بات کو مانوں؟!

آج لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بہت سارے مسئلے ہیں آپ کچھ کہتے ہیں وہ کچھ کہتے ہیں وہ کچھ کہتے ہیں فلاں کچھ کہتا ہے ہم کیا کریں؟ بینک کے تعلق سے آپ کہتے ہیں کہ نہ کریں، اُن کے پاس ایک فتویٰ کمیٹی ہے پوری وہ کہتی ہے کہ یہ جائز ہے اور آپ کہتے ہیں جائز نہیں ہے تو کیا کریں؟! بڑے حیران اور پریشان ہیں! بھئی حیرانی کی اس میں بات کیا ہے؟!

سنت کہاں پر ہے دلیل کی روشنی کس کے پاس ہے؟ جس کے پاس دلیل کی روشنی ہے اس کے قول کو لے لو نا۔

بات یہ نہیں ہے کہ آپ کا امام میرا امام آپ کا عالم میرا عالم ہم علماء کے جھگڑے نہیں کر رہے یہاں پر ہم دلیل کی روشنی کی بات کر رہے ہیں:

قال الله وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جس کے پاس دلیل ہے اس کے پاس حق ہے، جس کے پاس دلیل نہیں ہے وہ غلطی پر ہے۔

اس لیے فرمایا تاکید کے ساتھ:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِينَ الرَّاشِدِينَ(مِنْ بَعْدِي ایک روایت میں آیا ہے)، تَمَسَّكُوا بِهَا"؛ تو"فَعَلَيْكُمْ" کافی نہیں تھا کیا؟ نہیں!"تَمَسَّكُوا بِهَا"؛ مزید تاکید ہے۔"وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ": کتنی مضبوطی سے پکڑنا ہے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ دانتوں سے چبا کر۔ رسی ہے اگر آپ ہاتھ سے پکڑتے ہیں زیادہ مضبوط ہے یا دانتوں سے چبا کر پکڑتے ہیں زیادہ مضبوط ہے کیا خیال ہے؟ آپ ہاتھ سے پکڑیں گے کوئی کھینچے کا زور سے تو آپ کے ہاتھ سے رسی آہستہ آہستہ نکل جائے گی۔

ہاتھ کے جو گوشت کے پٹھے ہیں یہ زیادہ مضبوط ہیں یا جو یہ جبڑے کے گوشت کے پٹھے ہیں یہ زیادہ مضبوط ہیں؟ جبڑے کے زیادہ مضبوط ہیں۔ تو پھر ہاتھ سے کیسے مضبوط ہے پکڑنا؟! دانت سے زیادہ مضبوط ہے یا ہاتھ سے زیادہ پکڑنا مضبوط ہے؟ دانت سے۔ (جہاں پر دلیل ہو وہاں پر حق ہے وہاں پر رجوع بھی کیا جاتا ہے (بارک اللہ فیک) یہ خوبی ہے مومن کی کہ بات واضح ہو جائے تو فوراً لے لیتے ہیں ہٹ دھرمی نہیں ہے کہ میں نے کہہ دیا تو بس وہی حق ہے، الحمدللہ)۔

اور میڈیکلی یہ ثابت ہوا ہے کہ جسم کے سب سے مضبوط ترین پٹھے کون سے ہیں؟ یہ جبڑے ہیں انہیں مسیٹر مسل (Masseter muscle) کہتے ہیں یہ دونوں جبڑوں کو جو ہے آپس میں ملاتے ہیں اور اتنی زور سے پریشر آتا ہے کہ آپ دیکھیں بادام جو ہے بادام ہاتھ سے توڑ سکتے ہیں؟ نہیں! آپ دانتوں سے توڑ دیتے ہیں۔ لوہے کے دو ٹکڑے لے لیں (کہتے ہیں کہ یہ ہاتھ نرم ہیں نا دانت مضبوط ہیں) آپ لوہا ہاتھ پر باندھ لیں دونوں انگلیوں پر انگوٹھے پر اس انگلی پر اور بادام کو توڑنے کی کوشش کریں توڑ سکتے ہیں؟ نہیں توڑ سکتے نا؟!

تو اس سے کیا ثابت ہوا کہ یہ ہاتھ کے پٹھے زیادہ مضبوط ہیں یا جبڑے کے جو پٹھے ہیں زیادہ مضبوط ہیں؟ جبڑے کے پٹھے زیادہ مضبوط ہیں۔

اس لیے فرمایا: ''وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ'': "النواجذ" نوکیلے جو دانت ہیں نا ان کو کہتے ہیں کہ آپ یہاں سے جو پکڑ لیتے ہیں بس مضبوط ہو جاتا ہے پھر۔ پھر فرمایا: ''وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ'' (اور میں تمہیں خبردار کرتا ہوں منع کرتا ہوں کس چیز سے؟ ''مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ'' دین میں نئی چیز ایجاد کرنے سے)۔ بچ کر رہنا دین میں کوئی نئی چیز ایجاد نہ کرنا وجہ کیا ہے؟ ''فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ'' (کیونکہ دین میں ہر نئی چیز ایجاد کرنا بدعت ہے) ''وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

شیخ عبد المحسن حفظه الله فرماتے ہیں:

"رواه أبو داود" (حدیث نمبر 4607) "والترمذي" (حدیث نمبر 2676) "وغيرهما" (اور ان کے علاوہ بھی محدثین نے اس کو روایت کیا) "وهذا لفظ أبي داود" (یہ لفظ جو ہیں جو یہاں پر بیان کیے گئے ہیں اس حدیث میں یہ ابوداود کے لفظ ہیں) "وقال الترمذي: حديث حسن صحيح" (یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے)۔ (اور علامہ البانی نے بھی (یہ میں کہہ رہا ہوں) اس حدیث کو صحیح کہا ہے)۔

یعنی حدیث صحیح حدیث ہے اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ عنقریب ایک بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے اس مصیبت سے صحابہ کرام کو خبردار کر رہے ہیں آگاہ کر رہے ہیں کہ تم میں سے جو زیادہ عرصے تک زندہ رہے گا تو عنقریب میری امت میں بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، اور اس کا حل بھی ساتھ بتا دیا ہے۔

مصیبت ہے مسئلہ ہے مرض ہے بیماری ہے تکلیف ہونے والی ہے عنقریب حل یہ ہے اس کا حل خود نہ ڈھونڈیں اپنی عقل سے اور اپنے طریقے سے، نہیں نہیں! حل بالکل آسان ہے حل بھی ساتھ بتا دیا ہے اور پھر مزید آگے تاکید بھی کر دی ہے اُس حل کی؛ پھر اس حل کے جو مخالف ہے اُس کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ اس سے بچ کر رہنا بدعت سے بچ کر رہنا۔ اگر سنت کو لازم پکڑنا ہے تو بدعت سے بچنا ہی پڑے گا دونوں ایک ساتھ چل نہیں سکتے۔ اور یہ خوبی ہے شیخ عبد المحسن حفظه الله کی کہ دلیل بیان کرتے ہیں حدیث بیان کرتے ہیں نمبر بھی بیان کرتے ہیں اور حکم بھی لگاتے ہیں؛ آیات بعض اوقات ذہن میں نہیں ہوتیں تو اس لیے آپ ان کو خود لکھ لیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

2-پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ عبد المحسن حفظه الله):"وفي صحيح البخاري" (حدیث نمبر 7280 میں)"عن أبي هريرة رضي الله عنه" (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں)"أنَّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں):

"كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى"(میری ساری کی ساری امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اُن کے جو انکار کرتے ہیں)۔

عجب بات ہے کہ کوئی جنت میں جانے سے بھی انکار کرے گا! امت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہے مسلمان ہے اور جنت میں جانے سے انکاری ہے عجیب ہے کہ نہیں؟! عجب ہے! سنیں یہ تعجب صحابہ کرام کو بھی ہوا!

"قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ أَبَى؟"(بعض صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے؟!)"قَالَ"(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) "مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى" (جس نے میری اطاعت کی ہے فرمانبرداری کی ہے وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی ہے یقیناً اُس نے جنت میں داخل ہونے سے یا جنت میں جانے سے انکار کیا ہے)۔ میرے بھائی ایک ہی راستہ ہے "اتباع کا" جنت کا راستہ ہے کامیابی کا راستہ ہے اس کی ضد ابتداع کا راستہ گمراہی کا راستہ جہنم کا راستہ ہے فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے کس راستے کی آپ نے اتباع کرنی ہے۔ یاد رکھیں لفظ ہے "أُمَّتِي"؛ کوئی کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ تو وہ ہیں جہنمی کافر ہیں اُن کی بات نہیں ہو رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔

اور امتی ایسے بھی ہوں گے جو جنت میں جانے سے انکار کریں گے اُن کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نہیں بلکہ نافرمانی کریں گے، حکم ہے فرمانبرداری کا اتباع کرنے کا اطاعت کا وہ اس حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنی مرضی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کریں گے اور جنت میں جانے سے انکار کریں گے (نعوذ باللہ)۔

3-اگلی دلیل:"وفي صحيح مسلم" (صحیح مسلم میں حدیث نمبر 767 جو ہے)"عن جابر بن عبد الله" (سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے)"أنَّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يقول في خطبته" (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبے میں یہ فرماتے تھے):

"أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وآله وسلم)، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے چاہے جمعہ کا خطبہ ہو یا کوئی اور خطبہ ہو تو اُس خطبے میں حمد و ثناء کے بعد درود پڑھنے کے بعد فرماتے:

"أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ"(سب سے بہترین بات (حدیث) اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے)۔

"وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وآله وسلم)"(اور سب سے بہترین ہدایت کا راستہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ)۔

"وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا"(اور اُمور میں سے دینی معاملات میں سے سب سے بُرااور شر جو ہے وہ نئے ایجاد کردہ طریقوں میں ہے بدعت میں ہے)۔"وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"(اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔ اس میں اتباع کا حکم ہے اور ابتداع (بدعت) سے خبر دار کرنا ہے۔

4-"وروى البخاري في صحيحه" (اور امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں 1597 میں)"ومسلم في صحيحه" (اور امام مسلم یعنی صحیح مسلم میں حدیث نمبر 1270 میں)"عن عابس بن ربيعة" (سیدنا عابس بن رحمہ اللہ فرماتے ہیں(تابعی ہیں))"عن عمر رضي الله عنه" (سیدنا عمر بن خطاب سے)"أنَّه جاء إلى الحجر الأسود فقبَّله" (سیدنا عمر بن خطاب حجر اُسود کے پاس آتے ہیں اور بوسہ دیتے ہیں)۔

معروف قصہ ہے بوسہ دینے کے بعد فرماتے ہیں سیدنا عمر غور سے سنیں:"إنِّي لأعلمُ أنَّك حجرٌ لا تضرُّ ولا تنفع" (میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بے شک تو ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نفع دے سکتا ہے (کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ حجر اُسود کے بارے میں کہہ رہے ہیں،اللہ تعالیٰ کا پاک گھر ہے حجر اُسود جنت کا پتھر ہے، سبحان اللہ))"ولولا أنِّي رأيتُ النَبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم يُقبِّلُك ما قبَّلتُك" (اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی بوسہ نہ دیتا)۔

جب نفع اور نقصان نہیں ہے اس پتھر سے بوسہ کیوں دیتے ہیں سوال تو پیدا ہوتا ہے نا؟! کیوں بوسہ دیتے ہیں؟ اتباع سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا ہم بھی بوسہ دیتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں نا بعض ہندو کہتے ہیں یا بُت پرست کہتے ہیں کہ بھئی فرق کیا ہے ہم پتھر کی پوجا کرتے ہیں آپ بھی پتھر کی پوجا کرتے ہو! ہم کس پتھر کی پوجا کرتے ہیں بھئی؟! کہتے ہیں کہ تمہارا جو کعبہ ہے وہ پتھروں سے نہیں بنا ہوا اور تمہارا خاص پتھر جسے تم حجر اُسود کہتے ہو جو تمہارا جنت کا پتھر ہے اسے تم بوسہ نہیں دیتے! ہم بھگوان کے چرنوں کو بوسہ دیتے ہیں آپ اس کالے پتھر کو بوسہ دیتے ہیں تو فرق کیا ہے؟!

تم بوسہ دیتے ہو عبادت کرتے ہو اس پتھر کی، ہم بوسہ دیتے ہیں اس پتھر کے ربّ کی عبادت کرتے ہیں پتھر کی نہیں کرتے۔

اور بوسہ کیوں دیتے ہیں یہ جواب ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ راشد ہیں فرماتے ہیں اس پتھر کو مخاطب ہو کر، یعنی دیکھیں غور کریں اللہ کا گھر ہے طواف کر رہے ہیں بوسہ دیا ہے بوسہ دینے کے بعد اس پتھر سے خطاب کر رہے ہیں اور پیغام پوری امت کو دے رہے ہیں :"میں اچھی طرح جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے تیرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ مجھے کسی نقصان سے بچا سکتا ہے نہ تو مجھے کوئی نفع دے سکتا ہے کیونکہ تو پتھر ہے اور میں نے تمہیں بوسہ اس لیے دیا ہے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے تمہیں بوسہ دے رہا ہوں"؛ سبحان اللہ:"اتباع سنت"۔

5-پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"وروى البخاري في صحيحه" (اور امام بخاری صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں حدیث نمبر 2697 میں)

"ومسلم في صحيحه" (اور امام مسلم صحیح مسلم میں حدیث نمبر 1718 میں)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم"

(سیدہ عائشہ روایت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے):

''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ''

(جس نے ہمارے اس اُمر میں (یعنی دینی معاملات میں) کوئی نئی چیز ایجاد کی ہے ''مَا لَيْسَ فِيهِ'' جو اس میں سے نہیں ہے یعنی جس کی کوئی دلیل نہیں ہے ''فَهُوَ رَدٌّ'' تو ایسی چیز جو ہے وہ ردّ ہے مردود ہے)

"وفي لفظ لمسلم" (اور ایک روایت میں جو صحیح مسلم میں موجود ہے اس کا لفظ یہ ہے):

''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ''

(جس نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا اُمر نہیں ہے ''فَهُوَ رَدٌّ'' وہ مردود ہے)

کیا فرق ہے ان دونوں روایات میں؟

شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "وما جاء في هذه الرواية أعمُّ من الأُولى" (جو اس روایت میں آیا ہے پہلے سے زیادہ اس میں عموم ہے اس میں عام لفظ ہے)؛ کیوں؟ "لأنَّها تشتمل على مَن كان مُحْدِثًا أو تابعًا لمُحْدث" (کیونکہ اس میں ہر وہ چیز موجود ہے چاہے خود محدث ہو یا محدث کے بعد اس کے تابع ہو)۔

احداث کہتے ہیں دین میں نئی چیز ایجاد کرنے کو۔ نمازیں پانچ فرض ہیں کوئی کہتا ہے کہ چھٹی نماز بھی فرض ہے یہ کیا ہے؟ ایک نئی چیز لے کر آیا ہے دین میں؛ دین میں ایک چیز موجود نہیں ہے اُسے دین سمجھ کر اُس پر عمل کرنا یہ احداث في الدين ہے۔

کوئی چیز نہیں ہے موجود آپ ایک نئی چیز لے کر آتے ہیں مثال کے طور پر جشن میلاد النبی منانا اب یہ کیا ہے؟ کیا جشن میلاد النبی قرآن میں ہے؟ نہیں ہے۔ سنت میں ہے؟ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ صحابہ کرام نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ تابعین نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ اتباع التابعین نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ محدثین نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ چاروں فقہاء نے کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔ کسی اور فقیہ عالم نے کیا ہے سلف میں سے؟ نہیں کیا ہے۔ تو پھر آپ کیوں کرتے ہیں یہ بدعت ہے!

احداث في الدين:

(۱) ''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ'': مردود ہے ایک نئی چیز ایجاد کرنا۔

(۲) ''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ'': عمل موجود ہے لیکن طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں ہے یہ بھی مردود ہے۔ پہلے سے عمل موجود ہے آپ اُسے تبدیل کر دیتے ہیں اور اُس میں نئی چیز ایجاد کر دیتے ہیں۔

ایک ذکر موجود ہے "لاإله إلاّ الله" آپ اس ذکر کو تبدیل کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ یہ نہ کہیں لاإله إلاّ الله، بلکہ کہیں اللهُ اللهُ ۔ یہ کہاں سے لے کر آئے ہیں بھئی یہ تو احداث ہے؟!

کہتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ "لاإله إلاّ الله"؛ لاإله إلاّ هُو، تو اللہ شروع سے لے لیا اور ہُو آخر میں لے لیا۔

دیکھیں شیطان کیسے بہکاتا ہے کہتے ہیں کہ آپ جب کہتے ہیں "لاإلہ إلاّ اللہ"، لاإلہ کفر ہے اور إلاّ اللہ میں توحید نہیں ہے لاإلہ إلاّ اللہ میں توحید ہے پورے جملے میں، اگر آپ نے یہ کہا "لاإلہ" اور موت آگئی تو کفر پر مرو گے اس لیے آپ کثرت سے کہو اللہُ اللہ موت آئے گی تو اللہُ پر موت آئے گی (سبحان اللہ)۔

یہ اُسی شیطان کا بہکاوا ہے جو شیطان تمہیں کہتا ہے کہ تم افضل الذکر کو چھوڑ کر (لاإلہ إلَّا اللہ افضل الذکر ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) تم کہو اللہُ اللہ ؛اور تمہیں اس افضل الذکر سے محروم کر دیا ہے اور بدعت میں تمہیں غرق کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اب کہو گے اگر لاإلہ اور موت آ جائے تو آپ کہنے والے تھے إلَّا اللہ آپ نے یہ تو نہیں ہے کہ انکار کیا ہے إلہ کا کسی معبود کا۔ لاإلہ إلَّا اللہ کہہ رہے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ نے کہا لاإلہ اور موت آگئی تو کہہ تو رہے تھے لاإلہ إلَّا اللہ پھر اس میں کفر کہاں پر ہے؟ (سبحان اللہ)۔

الغرض بدعت چاہے اصلی ہو یا بدعت چاہے اضافی ہو بدعت بدعت ہے دین میں نئی چیز ایجاد کرنا ہے اُس کی کوئی گنجائش نہیں ہے جائز نہیں ہے۔

6- پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ):

"وروى الإمام أحمد" (حدیث نمبر 16937 میں (سولہ ہزار چھ سات ہزار کی بات نہیں ہو رہی مسند احمد میں ہزاروں احادیث ہیں))"وأبو داود" (حدیث نمبر 4597 میں)"وغيرُهما" (اوران کے علاوہ بھی)"واللفظ لأحمد" (یہ لفظ مسند احمد میں ہیں)"عن معاوية رضي الله عنه قال" (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں) "إنَّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں):

"إِنَّ أَهلَ الكِتَابَينِ" (بے شک "أهلَ الكتابَينِ" دونوں کتابوں کے جو اہل ہیں (یعنی یہود و نصاریٰ)) "افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ" (اپنے دین میں اُن کے فرقے بنے) "عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً" (بہتّر فرقوں میں وہ تقسیم ہوگئے) "وَإِنَّ هَذِهِ الأُمَّةَ" (اور بے شک یہ امت جو ہے) "سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً" (عنقریب تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی) "يعني الأَهْواءَ" (یعنی خواہش نفس کی وجہ سے) "كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةٌ" (سارے کے سارے یا تمام فرقے جو تہتّر فرقے ہیں جہنم میں ہوں گے "إِلَّا وَاحِدَةٌ" سوائے ایک فرقے کے)۔ کون سا فرقہ ہے؟ "وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" (یہ جماعت ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"وانظر تخريجه وشواهدَه في تعليق الشيخ شعيب الأرنؤوط وغيره على هذا الحديث في حاشية المسند" (اور مزید دیکھ لیں آپ اس حدیث کی تخریج اور شواہد جو ہیں شیخ شعیب الأرنؤوط کی تعلیق میں اور ان کے علاوہ بھی جنھوں نے اس کی تعلیق کی ہے اس حدیث پر اور مسند کے حاشیے پر)۔

شیخ شعیب الأرنؤوط وہ مصر کے عالم ہیں جنھوں نے مسند احمد کی تحقیق کی ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف ہے الگ الگ بیان کر دیا ہے۔

اور دوسری روایت جو شیخ صاحب نے یہاں بیان نہیں کی ہے اسی حدیث کے تعلق سے جو امت میں تفرقے ہوں گے کہ یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے، نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے؛ صحابہ کرام عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون سا فرقہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"(جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے علامہ البانی نے اسے بھی صحیح کہا ہے۔

7-پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ عبدالمحسن حفظہ اللہ):

"وروى البخاري في صحيحه"(امام بخاری صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں حدیث نمبر 5063 میں)"ومسلم في صحيحه" (اور امام مسلم صحیح مسلم میں حدیث نمبر 1401 میں)"عن أنس في حديث طويل" (سیدنا انس سے لمبی حدیث میں)"آخره" (اس حدیث کے آخر میں ہے):

"فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"

(جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ میں سے نہیں ہے)

تو سنت سے منہ موڑنا جو ہے سخت اس میں وعید ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "جس نے بھی" لفظ عام ہے عموم ہے سب کے لیے ہے: "جس نے بھی میری سنت سے منہ موڑا" "رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي" یعنی سنت سے منہ موڑ لیا ہے سنت کو نہیں لیا ہے چھوڑ دیا ہے "فَلَيْسَ مِنِّي" وہ مجھ میں سے نہیں ہے"۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شيخ عبد المحسن العبادحفظه الله):

"وإنَّما كانت عقيدةُ أهل السنَّة والجماعة مبنيَّةً على الكتاب والسنَّة" (اہل سنت والجماعت کا عقیدہ جو ہے وہ قرآن اور سنت پر مبنی ہے)۔اس کی وجہ یہ ہے کہ:"لأنَّ ما يُعتقد هو من علم الغيب" (کیونکہ جو عقیدہ ہے وہ علم غیب پر قائم ہے)"ولا يُمكن معرفة ذلك إلاَّ بالوحي كتابًا وسنَّة" (اور غیب کے تعلق سے معرفت نہیں ہو سکتی سوائے وحی کے جو کتاب اور سنت ہے)۔

"وما جاء في الكتاب العزيز وثبت في السُنَّة فإنَّ العقلَ السليم يُوافقه ولا يُعارضه" (اور جو کچھ کتاب العزیز(یعنی قرآن مجید) میں اور سنت میں ثابت ہو گیا ہے تو جو عقل سلیم ہے وہ اس کی موافقت کرتی ہے اور اُس کی مخالفت معارضت نہیں کرتی ہے)۔

بشرطیکہ عقل سلیم ہے کیونکہ آگے بیان ہو گا کہ عقل سقیم بھی ہے:

(۱)ایک عقل سلیم ہے صحت مند ہے تندرست ہے (۲)ایک عقل سقیم ہے جو بیمار ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شيخ عبد المحسن حفظه الله):

"ولشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله كتاب واسع اسمه: درء تعارض العقل والنقل" (اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس میں ایک معروف کتاب ہے جو ایک واسع کتاب ہے اس موضوع کے تعلق سے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ جو عقل سلیم ہے وہ نقل صحیح کے

خلاف یا ضد نہیں جاسکتی کبھی بشرطیکہ عقل سلیم ہو،اوراس کانام رکھاہے "درء تعارض العقل والنقل" عقل اور نقل میں تعارض کے غلط ہونے کوثابت کیاہے کہ ممکن نہیں ہے)۔"درء": یعنی منع کرنا یا نفی کرنا۔

پھر شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "والمعوَّل عليه في فهم النصوص ما كان عليه أصحابُ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وما جاء عنهم من الفهم الصائب والعلم النافع"۔

"والمعوَّل عليه" (جو قابل اعتبار ہے) "في فهم النصوص" (نصوص یعنی کتاب اور سنت کے فہم میں)

"ما كان عليه أصحابُ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" (جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ تھے)

"وما جاء عنهم" (اور جو کچھ اُن سے ہمیں ملا ہے) "من الفهم الصائب" (اُن کی صحیح فہم کے تعلق سے)

"والعلم النافع" (اور علم نافع جو وہ چھوڑ کر گئے ہیں ہمارے لیے(جو ہم تک پہنچا ہے))

اب ذرا غور سے سنیں شروع میں اصل قاعدہ کیا ہے؟اہل سنت والجماعت کا منہج عقیدے میں کیا ہے؟

"اتِّباعُ الكتاب والسُّنةَّ على فهم السلف الصالح":اور ابتداء میں اس کے دلائل اب دیکھیں۔

(۱) پہلے قرآن مجید کی آیات اُن میں سے آپ کو میں نے کہا واجب ہے کہ تین یاد کرنی ہیں۔

(۲) پھر احادیث میں سے بھی آپ لوگوں نے تین یاد کرنی ہیں(حفظ یاد کر لیں نوٹ کر لیں)۔

(۳)اب ایک چیز رہ گئی تھی کیا رہ گیا؟"فهم السلف الصالح"۔

یہ بھی جواب دے دیا ہے کہ نصوص کیوں؟کتاب اور سنت کیوں؟کیونکہ عقیدے کا تعلق علم غیب سے ہے اور علم غیب وحی کے بغیر ہمیں پتہ نہیں چل سکتا اور وحی "قال الله وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" کتاب اور سنت ہے وضاحت ہو گئی ہے اب آخری جملہ کیا ہے؟"فهم السلف الصالح" (سلف کی فہم کے مطابق)؛اب اس کی کیا دلیل ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

1-دلیل کی بات تو آ گئی ہے نا:

(۱) "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔ (۲) "الْجَمَاعَةُ" کا لفظ آ گیا ہے۔

2-اب وجہ کیا ہے یا اس کی خوبی کیا ہے تو فرماتے ہیں کہ اب اس کا جواب یہ ہے:

"وقد فهموا معاني ما خوطبوا به من صفات الله عز وجل" (کہ انہوں نے سمجھ لیا ہے جو ان سے خطاب کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق سے)"لأنَّ الكتاب والسُّنَّة بلغتهم" (کیونکہ کتاب اور سنت اُن ہی زبان پر ہے)۔

کسی اور زبان میں نہیں ہے عربی میں ہے اور عربی اچھی طرح سمجھتے ہیں اُن کی اپنی زبان ہے۔

"مع تفويضهم علم كيفياتها إلى الله عز وجل" (اور جو کیفیت ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق سے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دیتے ہیں)؛ کیوں؟

"لأنَّ ذلك من الغيب الذي لا يعلمه إلاَّ هو سبحانه" (کیونکہ علم غیب میں سے ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے)۔

(۱)اللہ تعالیٰ کی صفت۔(۲)صفت کا معنی۔(۳)اور صفت کی کیفیت

یہ تین چیزیں ہیں۔

1-ایک صفت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم ہے: رحمٰن صفت ہے رحیم بھی صفت ہے۔

- "الرحمٰن": اسم ہے اُس میں صفۃ الرحمۃ ہے، الرحمٰن وسیع رحمت والا۔
- "الرحیم": خاص مومنوں کے لیے صفت ہے، مومنوں پر رحم کرنے والا
- "العزیز": عزت والا غالب، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

2-اب صفت کے ہونے کا ثبوت ہونا چاہیے دلیل ہونی چاہیے پہلی بات یہ ہے اب دلیل آگئی ہے، پھر اس صفت کا معنی بھی ہمیں ماننا چاہیے کہ بغیر معنی کے نہیں ہے۔

- اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے مہربان ہے خوب رحم کرتا ہے اپنے بندوں پر؛ رحمت کا معنی ہم جانتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ عزیز ہے غالب ہے معنی جانتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں ہاتھ کا معنی بھی جانتے ہیں۔
- عربی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے احادیث عربی زبان میں ہیں معنی تو جانتے ہیں ہم۔

3-تیسری بات ہے کیفیت، کیفیت سے مراد ہے آپ سوال کرتے ہیں "کیسے":

- اللہ تعالیٰ رحیم ہے رحم کیسے کرتا ہے؟ اللہ أعلم۔
- اللہ تعالیٰ غالب ہے عزت والا ہے کیسے غلبہ ہوتا ہے؟ اللہ أعلم۔
- اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں ہاتھ کیسے ہیں؟ اللہ أعلم۔

اللہ أعلم کا مطلب ہے کہ ہم نے کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔

معنی: اگر کوئی کہے کہ:

(۱)ہاتھ کا معنی کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں اللہ أعلم۔

(۲)رحمٰن کا معنی کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں اللہ أعلم؛ کیا یہ صحیح ہے؟ نہیں!

اچھی طرح اس فرق کو سمجھ لیں کہ اہل سنت والجماعت کا منہج یہ ہے طریقہ یہ ہے اسماء وصفات کے باب میں کہ:

(۱)ہر نام اور صفت جو قرآن مجید میں اور صحیح حدیث میں ثابت ہے اُس کو ہم ثابت کرتے ہیں اُس پر ہمارا ایمان ہے۔

(۲)معنی کو بھی ثابت کرتے ہیں کیونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے بے معنی نہیں ہے یہ نہیں کہتے کہ معنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔ ورنہ کیا ہو گا؟ کہ قرآن مجید کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کیا ہے؟ غیر معلوم المعنی ہے!

آپ قرآن پڑھتے ہیں: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③﴾ (الفاتحة:1-3): ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ②﴾ کا مطلب کیا ہے اللہ أعلم نہیں جانتے معنی کیا ہے!

الغفور، الرحیم، الملك، القدوس، السّلام، المؤمن، المهيمن، کوئی پتہ نہیں کیا معنی ہے!

تو ایسی کتاب جس کتاب کا ایک تہائی یا اس سے زیادہ آدھے سے زیادہ حصہ جو ہے آپ نہیں معنی جانتے وہ کتاب پڑھنے کا دل کرے گا آپ کا؟! اس پر غور و فکر آپ کر سکتے ہیں؟! اس کو آپ اپنی زندگی کا ضابطۂ حیات بنا سکتے ہیں کیا؟! کیسے کر سکتے ہیں؟! (سبحان اللہ)۔

اس لیے معنی ہم جانتے ہیں کیونکہ عربی زبان میں ہے اور صحابہ نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اگر معنی نہ سمجھتے تو سوال کرتے۔

سوال کیا ہے؟ آگے مزید وضاحت آئے گی کہ نہیں سوال کیا کسی صحابی نے۔

- الرحمٰن الرحیم سنا سوال کیا کہ معنی کیا ہے الرحمٰن الرحیم کا ہمیں تو پتہ نہیں ہے کیا معنی ہے؟!
- دو ہاتھ ہیں معنی نہیں پتہ ہاتھ کی یہاں پر کیا مراد ہے؟!
- عربی زبان میں ہاتھ طاقت کو کہتے ہیں قدرت کو کہتے ہیں اور ہاتھ پکڑنے والی چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے پکڑا جاتا ہے اسے بھی ہاتھ کہتے ہیں عربی زبان میں تو اللہ تعالیٰ کے لیے دو ہاتھ ہیں تو یہ کون سا ہاتھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟! طاقت سمجھیں قدرت سمجھیں پکڑنے والا ہاتھ سمجھیں تو ہم کیا سمجھیں؟!

کیا صحابہ نے سوال کیا ہے؟ نہیں کیا ہے۔

مطلب کیا ہے؟ جو معنی حقیقی ہاتھ کا ہے وہی معنی ہے، تاویل سے کام نہیں لیں یہ نہیں کہیں کہ دوسرا معنی بھی ہے ہم دوسرے دور دراز معنی کو لے لیں اور اصل معنی کو چھوڑ دیں۔ صحابہ نے کئی سوالات کیے ہیں، حیض کے تعلق سے سوالات کیے ہیں، وراثت کے تعلق سے سوالات کیے ہیں، وضو کے تعلق سے سوالات کیے ہیں دین کے کئی حصوں پر سوالات کیے ہیں لیکن یہاں پر سوال کیوں نہیں کیے؟!

جو چیز سمجھ میں نہیں آئی سوال کیا نا کیا جو آپ جو چیز سمجھتے ہیں اس کا سوال کرتے ہیں؟ نہیں! (سبحان اللہ)۔

تو کسی کو دکھا دیں صحابہ میں سے جس نے یہ سوال کیا ہو کسی صفت کے تعلق سے کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى⑤﴾ (طه:5): اللہ عرش پر مستوی ہوگا عرش اوپر ہے پھر ہم نیچے ہوں گے اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے ہوگا؟! اگر عرش نکال دیا جائے تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ عرش کا محتاج ہے کیسے ممکن ہے؟! یہ کہاں سے سوالات آئے ہیں؟!

صحابہ نے یہ آیت سنی ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى⑤﴾ کسی صحابی نے سوال نہیں کیا "کیف استویٰ" کیسے مستوی ہوا؟!

کسی نے سوال نہیں کیا سمجھا کہ نہ سمجھا؟ سمجھا ہے۔

الغرض کیفیت کا تعلق علم غیب سے ہے، معنی حقیقی ہے عربی زبان میں سب نے سمجھا ہے کیفیت ہم نہیں سمجھ سکتے کیونکہ علم غیب سے تعلق ہے ہمیں پتہ بھی نہیں ہے کہ کیفیت کیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہمیں سمجھا دیا ہے یہ تو بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء بھی ہیں صفات بھی ہیں اسماء الحسنیٰ ہیں اور صفات الکمال ہیں اللہ تعالیٰ کی لیکن یہ نہیں وضاحت کی کہ کیسی ہیں۔

علم غیب سے تعلق کا قاعدہ کیا ہے؟بغیر دلیل کے کچھ کہنا نہیں ہے۔

- اگراللہ تعالی ہمیں یہ بیان نہ کرتے کہ الرحمٰن الرحیم ہیں تو ہم کبھی نہ کہتے۔
- اگراللہ تعالی یہ نہ فرماتے کہ اللہ تعالی کے دو ہاتھ ہیں ہم کبھی نہ مانتے۔

جب اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے اور مکمل وضاحت کے ساتھ تو پھر کیوں نہیں مانتے ہو؟!

میں وجہ بتاؤں گا آگے آئے گا یہ جو دس قواعد شیخ صاحب نے بیان کیے ہیں یہ اسی کے تعلق سے ہیں کہ جس نے اعتراض کیا ہے کیوں کیا ہے اس کا کیا جواب ہے سب آگے آئے گا ان شاء اللہ، جس نے عقل کو آگے کر کے کہا ہے کہ عقل نہیں مانتی اس کا جواب بھی ہے (سبحان اللہ)۔

تو تین چیزیں یاد رکھیں:

(۱) اللہ تعالی کا نام ہے صفت ہے دلیل موجود ہے تو ماننا ہے ایمان ہے۔

(۲) معنی بھی مانتے ہیں۔

(۳) کیفیت اللہ تعالی کے سپرد ہے کیفیت نہیں جانتے اسے کہتے ہیں **تفويض الكيفية**، کیفیت کا علم اللہ تعالی کے سپرد کرنا کہ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے لیکن معنی ہم خوب جانتے۔

معتزلہ کا ردّ ہے یہاں پر آگے بیان ہو گی مزید تفصیل، معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالی علیم ہے بغیر علم کے، سمیع ہے بغیر سمع کے، بصیر ہے بغیر بصر کے، رحمٰن ہے رحیم ہے بغیر رحمت کے، قدیر ہے بغیر قدرت کے! ٹھہریں ذرا مطلب کیا ہے؟! کہتے ہیں کہ ہم معنی نہیں جانتے، نام کو تو مانتے ہیں لیکن معنی نہیں جانتے۔ کیوں؟ کہتے ہیں کیونکہ معنی اگر جانیں گے تو پھر مخلوق میں تو پائی جاتی ہیں یہ چیزیں، تو تشبیہ سے بچنے کے لیے معنی پتہ نہیں کیا ہو گا اللہ تعالی بہتر جانتا ہے اللہ تعالی نے کہہ دیا ہے تو ہم مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالی علیم ہے غفور ہے رحیم ہے لیکن جو صفات موجود ہیں سب کا انکار کرتے ہیں کیوں؟ کیونکہ یہ صفات مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اور تشبیہ لازم آتی ہے خالق مخلوق کی اور تشبیہ کفر ہے تو کفر سے بچنا چاہتے ہیں ہم نہیں مانتے! اس لیے معنی کا علم اور چیز ہے اور کیفیت کو جاننا اس کا علم اور چیز ہے۔

سلف نے معنی کو ثابت کیا ہے اور کیفیت کا انکار کیا ہے یہ فرق واضح ہو گیا؟ واضح ہو گیا۔

آگے شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ عبد المحسن حفظہ اللہ:

"كما جاء عن الإمام مالك بن أنس في بيان هذا المنهج الصحيح": اسے بھی آپ نے حفظ (یاد) کرنا ہے؛ امام مالک رحمہ اللہ امام دار الہجرۃ مدینہ طیبہ کے معروف امام چاروں اماموں میں سے (جو معروف چار امام ہیں ان میں سے معروف امام ہیں)، سلف صالحین میں سے معروف عالم ہیں امام ہیں، یہ جو صحیح منہج ہے سلف کا بیان کرتے ہیں اس تعلق سے کہ صفت ہے، معنی کو ماننا، اور کیفیت کو نہیں ماننا ہے اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کرنا ہے اور جو نہیں مانتا اس کا کیا انجام ہے، اس کے تعلق سے فرماتے ہیں:

"حيث قال عندما سُئل عن كيفية الاستواء" (جب انہوں نے فرمایا جب ان سے کسی نے استواء کی کیفیت کے تعلق سے سوال کیا ہے)۔

یعنی ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے (امام مالک رحمہ اللہ) اور کہتا ہے امام صاحب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾ کیف استویٰ؟! (رحمٰن عرش پر مستوی ہوا ہے کیسے مستوی ہوا ہے؟!)، امام صاحب تھوڑی دیر خاموش رہے سر جھکایا شدید غصہ طاری ہوا چہرہ سرخ ہو گیا غصے سے جواب میں فرمایا سنیں ذرا جواب:

"الاستواءُ معلومٌ، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة": اسے یاد کرلیں:

دیکھیں چار جملے ہیں:

"الاستواءُ معلومٌ": استواء معلوم ہے، یعنی استواء کا معنی عربی زبان میں معلوم ہے جانتے ہیں ہم سب۔

"والكيف مجهول": اس استواء کی کیفیت کہ کیسے مستوی ہوا مجھول ہے ہم نہیں جانتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے علم غیب سے تعلق ہے تو ہم نہیں جانتے مجھول ہے۔

"والإيمان به واجب": اور اس پر ایمان واجب ہے کیونکہ دلیل موجود ہے، اللہ نے فرمایا ہے ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾ ہمارا ایمان ہے اور ہم پر یہ ایمان واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

"والسؤال عنه بدعة": اور کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے۔

بدعت کیوں ہے؟ کیونکہ یہ سوال صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں کیا، اور تابعین نے صحابہ سے نہیں کیا، اور اتباع التابعین نے تابعین سے نہیں کیا آج ہم یہ سوال کیوں کرتے ہیں؟! یہ شخص امام مالک کی طرف آیا ہے یہ سوال کیا ہے، سخت جواب! اور ایک روایت میں آیا ہے کہ امام مالک نے حکم دیا کہ اس کو میری مجلس سے نکال دو، کہتے ہیں نکل جاؤ میری مجلس سے! تو اس شخص نے کہا کہ امام صاحب میں نے نہیں کہا کسی اور نے کہا ہے میں صرف پوچھ رہا ہوں، کہتے ہیں کہ میں نے تمہارے منہ سے سنا ہے نکل جاؤ میری مجلس سے، تو اس کو نکال دیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو سلفی بھائی ہیں بڑی سختی کرتے ہیں! آپ نے سختی دیکھی کہاں ہے؟! دیکھیں سختی حق پر ہوتی ہے باطل پر بھی ہوتی ہے حق پر تو ہونی چاہیے نا؟!

اب اس شخص نے کہا کہ امام صاحب میں نے تو نہیں کہا ہے کسی اور نے کہا ہے:

(۱) تو آپ سب کے سامنے کیوں پوچھ رہے ہو یہ فتنہ دوسروں تک پہنچانا ہے کہ نہیں؟!

(۲) اگر آپ نے ایسا سوال کرنا ہے تو الگ میں آکر پوچھیں جب سب کے سامنے پوچھا ہے تو تمہارے منہ سے میں نے سنا ہے (سبحان اللہ)۔

الغرض یاد کرنا ہے امام مالک کے اس قول کو اور ہر صفت کے لیے آپ اس جملے کو دہرا سکتے ہیں۔

کہتے ہیں: "عليم بلا علم": کیا جواب دیں گے؟

معتزلہ کہتے ہیں کہ علیم مانتے ہیں اللہ تعالیٰ علیم ہے خوب جاننے والا ہے لیکن علم کا معنی کیا ہے نہیں جانتے ہم؛ کیسے جانتا ہے اللہ تعالیٰ؟ وجہ کیا ہے؟ نہیں مانتے نا کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتہ علم ہے تو کیسا ہے یہ سوال کرتے ہیں! ہم کیا کہیں گے؟:

"العلمُ معلومٌ، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة"۔

اللہ تعالٰی کے دو ہاتھ ہیں کیسے ہاتھ ہیں؟ کیا جواب ہے؟: "اليد معلومٌ" (معنی معلوم ہے ہاتھ کا) والكيف مجهول، والإيمان به واجب": کیوں واجب ہے؟ کیونکہ دلیل موجود ہے؛ "والسؤال عنه بدعة"۔

اگلے درس میں ان شاءاللہ چند اہم باتیں ہیں، اب شیخ صاحب نے بڑا پیارا دیکھیں یعنی تصنیف کا خوبصورت انداز دیکھیں:

- قرآن مجید کی آیات۔
- صحیح احادیث۔
- اور اس میں سلف کا یہ جو قول ہے اور وجہ بھی بیان کی ہے۔

اب بعض علماء کے اقوال اُن کی کتابوں میں سے حوالوں کے ساتھ کہ کس کتاب میں کیا فرمایا ہے دو تین علماء کی باتیں انہوں نے نقل کی ہیں اور کمال کی کی ہیں! اگلے درس میں ان شاء یہیں سے جہاں پر رُکے ہیں درس کا ابتداء کریں گے بھائیوں سے گذارش ہے کہ اگلا درس مس (Miss) نہ کریں یہ سب سے اہم قاعدہ ہے کہ:

"ہمارا منہج اہل سنت والجماعت کا منہج جو ہے عقیدے کے تعلق سے یہ ہے کہ ہم اتباع کرتے ہیں قرآن مجید کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی صحابہ اور سلف کی فہم کے مطابق"

اگلے دروس میں بعض کتابوں سے اس کی مزید تفصیل اور وضاحت موجود ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ انہوں نے کس طریقے سے اہل بدعت کی جو غلطیاں ہیں انہیں پوائنٹ آؤٹ (Point out) کر کے اُن کا رڈ کیا ہے بڑے خوبصورت انداز میں اس قاعدے کی بنیاد پر، اس قاعدے کو مزید مضبوط کرتے ہوئے اُن کے جو غلط طریقے ہیں جو اس قاعدے سے بالکل الگ ہیں اُن کی وضاحت کرتے ہوئے اُن کا جواب دیا ہے بڑے خوبصورت انداز میں تو اگلے درس میں ان شاءاللہ بیان کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ،

mp3 Audio

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 002-قطف الجنی الدانی سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔